

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی نماز قبول نہیں۔ (حدیث مبارکہ)۔ بے نمازی کا کوئی عمل قبول نہیں۔ (حدیث مبارکہ) کی مکمل وضاحت فرمائیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد!

سائل کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ سوال کی ابتدا میں حدیث کے نام سے چند الفاظ کا ترجمہ کر کے لکھتا چلا جاتا ہے لیکن اس حدیث کا کوئی حوالہ لکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا یہ طریقہ کار صحیح نہیں توحید کے متعلق سوال میں بھی موصوف نے یہ طرز عمل اختیار کیا تھا لیکن وہ حدیث چونکہ مشہور تھی اور صحیحین وغیرہما کتب حدیث میں موجود ہے۔ لہذا اس کا جواب تو اپنے ناقص علم کے مطابق عرض کر دیا لیکن اس سوال میں حدیث کے جو الفاظ ذکر کیے گئے ہیں ان الفاظ سے مروی احادیث مجھے یاد نہیں کہ کس کتاب میں مروی ہیں۔ اگر کتب احادیث کے دفاتر کی تصحاح بین کرتے ہیں تو اس کے لیے کافی وقت درکار ہے اور بیچارے یاقین نہیں کہ کیا نکلتا ہے۔ لہذا سائل پر لازم تھا کہ ان الفاظ سے مروی کی روایات متعلق کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ درج کرنا۔ تاہم سائل نے ان احادیث کی بنا پر جو سوال وارد کیا ہے اس کے متعلق میں ذیل میں ذرا تفصیل سے اپنی گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس ضروری تفصیل کے بغیر مسئلہ واضح نہیں ہوگا۔ واللہ التوفیق وهو منعم الرقیق!

اس بات میں ذرا شک نہیں کہ نماز اور زکوٰۃ ایمان کے اہم اجزاء ہیں اور اسلام کے نہایت عظیم رکن ہیں۔

دلیل نمبر 1:.....

فَإِذَا نَسَخَ الْأَشْهُرَ الْحُرُمَ، قَتَلُوا. فَشَرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَفُجَرَاءَهُمْ وَخَضِرَاءَهُمْ وَنَجْدَهُمْ أَقْرَبَ كُلِّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَلَّوْا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ، وَأَتَوْا زَكَاةً، قُلُوا سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ فَخْرُهُ زَيْجِمُ (التوبة: ٥)

”جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور انہیں پکڑو اور ان کا گھیراؤ کرو اور ہر گھات میں بیٹھ جاؤ پھر اگر وہ شرک سے توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو انہیں چھوڑ دو۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے تو یہ ثابت ہونے کے علاوہ نماز کی اقامت اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہایت ضروری ہے تب جا کر مشرکین کی جان بخشی ہوگی اور اس سورۃ میں آیت نمبر 11 میں یہ الفاظ ہیں :

فَإِنْ تَأَلَّمُوا فَأَتَوْا لَصَلَوَةً وَأَتَوْا لِرِزْقَةٍ فَافْخُزْنَكُمْ فِي لَدِينِ (التوبة: ١١)

”یعنی اگر یہ مشرکین شرک سے تائب ہو جائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“

اس آیت کریمہ نے صاف ظاہر کر دیا کہ شرک سے توبہ کرنے کے بعد جب تک نماز قائم نہ کریں اور زکوٰۃ ادا نہ کریں تب تک اسلامی اخوت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

سورة النساء 102 میں صلاۃ الخوف کی ترتیب سمجھائی گئی ہے، یعنی جنگ اور خوف کی حالت میں بھی نماز ترک نہیں کرنی البتہ اس کا خاص طریقہ و ترتیب سمجھا گیا اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (النساء: ١٠٣)

”بے شک مومنین پر نماز مقررہ وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔“

سورة البقرة 239 میں ارشاد ربانی تعالیٰ ہے :

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرَجَالًا أَوْ زُرُبَانًا (البقرة: ٢٣٩)

”اگر تم حالت خوف میں ہو یا سیدل ہو یا سوار ہو تب بھی نماز ادا کرو۔“

یعنی ایسی تشویشناک حالت میں بھی ترک نماز کی اجازت نہیں۔ سخت بیمار ہے تو بیٹھ کر پڑھے بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو ایٹھ کر اشاروں سے پڑھے۔ نماز کی اہمیت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کفار کو جہنم کے عذاب کے لیے کفر ہی کافی ہے۔ تاہم انہیں ترک نماز کا عذاب بھی ہوگا۔

جس طرح سورة المدثر میں ہے کہ اہل جنت جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تم لوگوں کو جہنم میں کس چیز نے داخل کیا؟ وہ جوابا کہیں گے :

”ہم نمازوں میں سے نہیں تھے۔“

یقیناً زکوٰۃ بھی نماز کی طرح فرض ہے نماز دینی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اس کا منکر بھی کافر و مشرک ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا قرآن کریم اور صحیح احادیث مبارکہ میں مانعین زکوٰۃ کے متعلق کتنی ہی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جن کا ذکر طوالت کا سبب ہے۔ تاہم نماز اور زکوٰۃ میں بہت فرق ہے۔ زکوٰۃ صرف صاحب نصاب پر ہے جو نصاب کا مالک نہیں اس پر نہیں اور فرض بھی سال میں صرف ایک مرتبہ ہے، لیکن نماز ہر ایک پر فرض ہے۔ امیر ہوا غریب ہوں، بادشاہ ہو، یار عیت، مرہو یا عورت ہو بیمار ہو یا تندرست ہو سفر میں ہو یا حضر میں ہر ایک پر ہر دن و رات پانچ وقت فرض ہے دنیا میں مسلمان کی علامت بھی یہی ہے کیونکہ زکوٰۃ ہر کسی پر فرض نہیں۔

لہذا جو باقاعدہ نماز پڑھتا ہو وہ مسلمان و مومن ہے اور جو تارک نماز ہے وہ ہماری اسلامی برادری سے (قرآن کریم کی مذکورہ بالا نص کے مطابق) خارج ہے۔ اس لیے کہ ایمان ایک ایسی چیز ہے جو دل سے تعلق رکھتی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسری مخلوق اطلاع نہیں پاسکتی۔ لہذا ایمان اور سچے اسلام کی ظاہری علامت یہی نماز رکھی گئی ہے۔ اسی طرح اگر نمازی ہو گا تو قبر میں بھی اسے نماز یاد آئے گی اور منکر و نکیر سے لگے گا مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھتا ہوں یعنی یہ ایمان کی علامت قبر میں بھی قائم رہے گی اسی طرح یسری اور آخری منزل آخرت میں بھی اسی نماز اور وضو کی وجہ سے اس کے اعضاء وضو کے نور سے جگمگ رہے ہوں گے اور یہی نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کی نشانی ہوگی اور دیگر امتوں میں یہ نشانی نہ ہوگی۔ پھر جو کوئی شخص تارک نماز ہے، اس کے لیے اس طرح کا کوئی امتیاز و علامت نہ ہوگی۔

(جس طرح مسند احمد وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے) اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن ابی خلت کے ساتھ ہو گا اور یہ بھی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا اس کے الفاظ اس طرح ہیں :

((من ترک صلاۃ معہ کفر)) (اتحاد: ۳-۱۰)

یہ مشہور حدیث ہے تاہم ان سب باتوں کے باوجود اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت پر ایمان رکھتا ہے اس کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا اس بارے میں علماء کرام میں اختلاف ہے تاہم تمام مکتب فکر کے محققین ایسے شخص کے متعلق (جو کفر کا اطلاق ہوا ہے) اس کے متعلق ان کہنا ہے کہ یہ کفر مخرج عن الملۃ نہیں۔ راقم الحروف بھی اسی زمرہ میں شامل ہے۔

(1)..... جس طرح اعمال صالحہ ایمان کے اجزاء ہیں اسی طرح اعمال فاسدہ (گناہ) کفر کے اجزاء ہیں، نماز بھی اعمال کے باب میں داخل ہے اور یہ ایمان کا اہم جز ہے اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے اور یہ کفر کے اجزاء میں سے ایک سنگین جز ہے بسا اوقات کسی چیز کے اہم جن پر کل کا اطلاق کیا جاتا ہے اور یہ صرف عربی زبان میں نہیں بلکہ ہر زبان میں مستعمل ہے۔ مثلاً کسی انسان، گھوڑے یا گدھے وغیرہ کے صرف سر کو دیکھ کر ہم کہا کرتے ہیں کہ یہ آدمی ہے اور یہ گھوڑا ہے یہ گدھا ہے حالانکہ انسان صرف سر کا نام نہیں بلکہ اس کے ساتھ دیگر کئی عضو ہیں جن کے مجموعہ کو انسان کہا جاتا ہے۔ لیکن سر ایک ایسا اہم عضو یا جز ہے جس کے مقابلے میں دیگر عضو جڑتے اہم نہیں، اس لیے صرف سر پر کل، انسان، گھوڑے، گدھے کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن اگر کسی انسان کی ٹانگ یا بازو دیکھ کر اس طرح نہیں کہا جاتا کہ یہ انسان ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کی ٹانگ یا بازو ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک چیز کے نہایت اہم جز پر کل کا اطلاق اہل زبان کے ہاں معروف ہے۔

(2)..... اسی طرح کسی شخص وغیرہ میں کسی حیوان وغیرہ کے ساتھ کسی خاص صفت میں مشابہت با تم وجوہ موجود ہوتی ہے تو اس صفت مشابہت کو مد نظر رکھ کر اس پر اس حیوان وغیرہ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ: ”زید اسد (زید شیر ہے) ظاہر ہے کہ زید شیر کے ساتھ ظاہری جسمانی ساخت و بناوٹ کے لحاظ سے ہرگز مشابہ نہیں لیکن شیر کی شجاعت عام طور پر مشہور ہے اس لیے زید پر اس کی اسی صفت کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اسد (شیر) کا اطلاق کیا گیا اسی طرح کسی کند ذہن یا بے وقوف شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ تو کوئی گدھا ہے اس میں بھی یہی حقیقت ہے کہ ہمارا (گدھا) کی صفت کے ساتھ آدمی کو مشابہہ قرار دے کر اسے گدھا کہا گیا ہے۔ حالانکہ ان اطلاقات کے باوجود کوئی بھی عقلمند آدمی یہ نہیں کہے گا کہ واقعاً وہ آدمی شیر (چھاڑنے والا جانور) یا حقیقی طور پر گدھا ہے۔

(3)..... کفر کا اطلاق شریعت میں کفران نعمت (ناشکری) پر بھی ہوا ہے۔ مثلاً صحیح بخاری میں وغیرہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ مجھے دیکھنے میں آیا ہے کہ تم اکثر جہنم کی آگ میں ہو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کس بنا پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم کفر کرتی ہو انہوں نے پھر دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ شوہر ہمیشہ عورت سے بہتر طریقے سے پیش آئے گا لیکن کبھی اتفاقاً کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف کرے یا اس کا کہنا نہ مانا تو وہ کسے گی تو نے میرے ساتھ کبھی بھی احسان نہیں کیا۔

بہر حال کفر کا اطلاق ناشکری پر بھی ہوا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی متعدد مقامات پر ”کفر یا کفور“ وغیرہ الفاظ ناشکری کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح کفر کا اطلاق کفر مخرج عن الملۃ سے کم درجے پر بھی ہوا ہے۔ ایسی احادیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”کفر دون کفر“ کا باب منعقد فرمایا ہے۔

مثلاً صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :

((باب المسلم فوق وقال کفر)) صحیح البخاری: کتاب الایمان رقم الحدیث: ۴۸۔

”مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔“

حالانکہ قرآن کریم سورۃ الحجرات میں ہے کہ :

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ قَوْمٍ مِّنْ فَتَنَةٍ فَخَلُّوا قُلُوبَكُمْ عَلَيْهِمْ وَلَا يَكُنْ مِنْكُمْ جُلُودٌ يَّدْعُوْنَ (الحجرات: ۹۰)

”اگر مومنین کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان دونوں میں صلح کرادو۔“

یعنی مسلمان مسلمان کے ساتھ قتال کرنے کے لیے تلوار لے کر نکلا ہے لیکن تب بھی اللہ تعالیٰ اسے مومن کہتا ہے، پھر حدیث شریف میں اس پر جو کفر کا اطلاق ہوا ہے وہ اس لیے کہ

یہ قتال بہت بڑا گناہ ہے اور کفر کے اجزاء میں سے ایک اہم جز ہے کہ اس کی اہمیت و سنگینیت کے لحاظ سے جز پر گل کا اطلاق ہوا۔ یعنی ایک مسلمان کے ساتھ قتال کا فریبی کر سکتا ہے مومن کبھی بھی ایسی جرات نہیں کرے گا۔

لہذا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مارنے کے لیے تیار ہوا ہے تو اس نے کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کی پھر جب کند ذہن انسان کو لگدھار کیا اسی طرح کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے پر کفر کا اطلاق ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں حد جان گیا ہے۔ اس کا مطلب کوئی یہ بھی انہیں کہتا کہ اس شخص نے وقتاً گدھے کی شکل اختیار کر لی ہے بلکہ ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ وہ آدمی بالکل بے وقوف اور کند ذہن بن گیا ہے۔

اس لیے جو تارک نماز ہے اس نے چونکہ ایک نہایت سنگین جرم میں کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہے لہذا اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ اس طرح محققین علماء بے نمازی کی نماز جنازہ پڑھنے کے قائل نہیں یہ بھی اس لیے کہ اس نے نہایت سنگین جرم کیا ہے اس جرم کی پاداش میں بطور سزا اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور اس طرح کا طرز عمل دیگر لوگوں کے لیے تنبیہ اور عبرت کا باعث ہے، آپ ﷺ تو مال غنیمت میں سے کوئی تقسیم سے پہلے کچھ چراتا تھا اس کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں فرماتے تھے اور اس طرح آپ ﷺ نے مقروض کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں فرمائی۔ حالانکہ مقروض یا مال غنیمت میں خیانت کرنے والا کافر نہیں ہے۔ ہاں البتہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اسی طرح خود کشی کرنے والے پر بھی آپ نے نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی۔

حالانکہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوا۔ صحیح مسلم میں ایسا غلام جو بچے آقا سے بھاگ نکلے اسے بھی کافر کہا گیا لیکن وہاں پر بھی عبد آیت پر کفر کا اطلاق محض مبالغہ کے طور پر ہوا ہے لیکن اس سے مراد کفر مخزج عن الملہ نہیں بلکہ کفر دون کفر مراد ہے۔

اس طرح کی دیگر امثلہ تلاش کرنے سے مل سکتی ہیں۔ اب ہم ایسے کچھ مثبت دلائل پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ تارک نماز (بشرطیکہ وہ اس کی فرضیت پر ایمان رکھتا ہو) ایسا کافر نہیں کہ وہ باصلاحیت اسلام سے خارج ہو جائے یا دیگر مشرکین یا کفار کی طرح ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد، نسائی اور ترمذی میں ایک روایت مروی ہے جس کے متعلق محقق العصر علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ (شاہ صاحب کا یہ فتویٰ اس وقت کا تحریر کردہ ہے جس وقت علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے جب کہ اب تو دونوں بزرگ علامہ البانی اور حضرت شاہ صاحب اللہ کو پیارے بھگے رحمم اللہ و اعلیٰہما الجنتہ الفردوس : محمدی) مشکوٰۃ شریف کی تعلیقات میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں اور المستدرک حاکم میں بھی رجل من اصحاب النبی ﷺ سے روایت ہے اس کی سند بھی صحیح ہے۔

اس میں ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا پھر اگر نماز کا عمل درست نکلا تو وہ کامیاب ہو گیا اور ناجی ہوا۔ اور اگر نماز میں فساد ہوا اور کسی ہوئی تو وہ غائب اور غاسر ہوگا پھر اگر فرض میں کسی کی کمی نکلے گی تو رب تعالیٰ فرمائے گا دیکھو اگر میرے بندے کی کوئی نفل نماز ہے تو اس کے ذریعے اس کی فرض کی تکمیل کر دو۔ اسی طرح اس بندے کے باقی دیگر اعمال کے ساتھ بھی یہی طرز عمل اختیار کیا جائے گا، یعنی اگر فرض میں کچھ کسی ہوگی تو وہ نوافل کے ذریعے مکمل کر دیے جائیں گے۔

کسی روایت میں یہ یہ تصریح ہے کہ نماز کے بعد زکوٰۃ اور پھر دیگر اعمال کے متعلق اسی طرح طرز عمل اختیار کیا جائے گا یہ بات بالکل ظاہر اور عیاں ہے کہ اگر تارک نماز کا کفر مخزج عن الملہ ہو تو پھر (ایک کافر اور مشرک) جس کے کچھ نیک اعمال ہوں مثلاً سخاوت، قیوم کا خیال رکھنا، صلہ رحمی وغیرہ وغیرہ تو وہ اس کے شرک و کفر کے نقصان کو پورا کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پھر اگر تارک نماز کے نقصان کے تکمیل نوافل کے ذریعے کی جائے گی تو پھر معلوم ہوا کہ ترک نماز سے ایسا کافر نہیں ہوا کہ اصل امت اسلامیہ سے خارج ہو جائے بلکہ ایک کبیرہ و سنگین گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔

لہذا اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے چاہے اسے سزا دے یا پھر معاف کر دے۔ البتہ ایسے بے نماز شخص سے ہم دنیا میں مسلمانوں کا سارنا و کریں گے کیونکہ اس دنیا میں ایک مسلمان کی یہ بہت بڑی علامت ہے کہ وہ نمازی ہوتا ہے۔ اگر نمازی نہیں ہے تو اسلامی برادری سے (بعض قرآنی) خارج ہے یہ اس لیے کہ وہ آدمی نماز کی فرضیت کا اگرچہ قائل بھی ہو لیکن ہمیں کیسے معلوم ہوگا؟ کیونکہ ایمان و یقین تو دل میں ہوا کرتے ہیں اور دل اور نیت و ارادے پر اطلاع تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں، لہذا ہمارے نزدیک اس کے اندرونی ایمان کے متعلق علم کے حصول کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے ہم اسے اپنا مسلمان بھائی نہیں سمجھیں گے۔

باقی اللہ سبحانہ و تعالیٰ توجہ دے یہ بندہ نماز کی فرضیت کا منکر ہے اور منکر نہیں لیکن سستی اور غفلت کے سبب اس کے ترک کا مرتکب ہوا ہے، لہذا قیامت کے دن اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اپنے عمل کے مطابق فرمائے گا۔

صحیحین وغیرہ کتب احادیث میں کتنی ہی ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن کا مطلب ہے کہ بالاتر اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے اشخاص کو بھی جہنم سے نکال دے گا جن کا کوئی بھی نیک عمل نہ ہوگا صرف وہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پر کار بند ہوں گے یعنی وہ موحد ہوں گے اور شرک جیسے بدترین گناہ سے بے زار ہوں گے۔ (توحید و شرک کی مکمل وضاحت سوال نمبر 1 کے جواب میں گزر چکی ہے۔) ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک نماز ترک نماز کی وجہ سے ایسا مشرک یا کافر نہیں بن گیا جو امت اسلامیہ سے دنیا و آخرت میں خارج ہو گیا ہو۔

اگر یہ بات واقعتاً اسی طرح ہے تو پھر بالاتر اس کا جہنم سے نکلنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا حقیقی معنی میں کافر و مشرک بھی بالاتر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے؟ باقی سائل صاحب نے (اس سوال میں) جن نیک اعمال کا تذکرہ کیا ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ آخرت کے معاملات یا فیصلہ جات یا اعمال کی جزا و سزا کے متعلق دنیاوی معیار دھبیانہ وغیرہ سے ہرگز کام نہ لیں وہاں اعمال کا وزن کیسے ہوگا ان کی صحت کا صحیح معیار کیا ہوگا اس کے متعلق کچھ کہنا نہایت ہی مشکل امر ہے کیونکہ یہ غیب کے معاملات ہیں جن تک ہماری پہنچ نہیں ہو سکتی ان پر صرف ایمان رکھنا ہے ہاں یہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی کے ساتھ بھی ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہیں فرمائے گا

إِنَّ لِلَّهِ لَظِلْمَ مِثَالِ ذَرَّةٍ فَإِنَّكَ خَسِرْتُمْ عَنَّا وَلَئِنْ مَنَ لَّدُنَّا أَثَرًا عَظِيمًا (النساء: ۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

وَفُتِحَ لِمُؤْمِنِي نَقِيعٌ لِيَوْمِ نَفْثِمْ فَلَا تَقْلُمُ نَفْسُ شَيْئًا فَإِنَّكَ مِثَالِ خَسِرْتُمْ خَدْلًا تَقْنَبُنَا وَكُنْ بِنَاءَ سِينِ (الانبیاء: ۴۷)

”قیامت کے دن ہم انصاف کا میزان قائم کریں گے پھر کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہو گا وہ بھی لا کر حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔“

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (الزلزال: ۷-۸)

”جس نے ذرہ برابر بھی نیک کام کیا ہو گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔“

لیکن اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ مثلاً ایک شخص کا عمل ایسا بہترین اور بھلا ہے کہ اس کی جزا جنت کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتی۔ مثلاً اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر کے شہید ہو جانا لیکن اگر اس شخص کے قتال و جہاد میں شرکت کرنے اور کفار سے مقابلہ کرنے کی نیت یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے یا ”ستون کلمۃ اللہ ہی العلیا“ کے لیے بھی نہ لڑا بلکہ اس کی نیت یہ تھی کہ دنیا میں میری شجاعت، جرات و بہادری مشہور ہو جائے تو یہ شخص صحیح احادیث کے مطابق شہادت کے باوجود جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

دوسری طرف اگر کسی آدمی کا کوئی نیک عمل ہے لیکن خود اس عامل کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں مگر اس کی نیت میں اخلاص اور سچائی ہے اور وہ کام صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور شوق و رغبت کے ساتھ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات باریکات کو ایسا پسند آ جاتا ہے کہ وہ صرف اسی عمل یا زبردست اور اعتقادی جذبہ کے سبب بہت ہی بلند درجات پر فائز ہو جاتا ہے بلکہ بعض لوگوں کے تو سارے کے سارے گناہ صرف اس ایک نیکی کی وجہ سے میٹ و نابود و ختم ہو جاتے ہیں۔

صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا و امامنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”ایک شخص تھاجس نے کوئی بھی نیکی کا کام ادا نہ کیا تھا، پھر جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو میری لاش کو بلا کر آدھی رکھ دو یا وہ میں پھینک دو یا آدھی کو خشکی پر پھینک دو یا (کیونکہ) اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھ پر گرفت کی تو اللہ تعالیٰ مجھے ایسا عذاب کرے گا جو عذاب تمام جہانوں میں سے کسی کو بھی نہ کرے گا۔ اور جب وہ مر گیا تو اس کی اولاد نے اس کے ساتھ ویسا ہی کیا جو اس نے انہیں کما تھا پھر اللہ تعالیٰ نے دیا کو حکم دیا اس نے اس کی رکھ کا حصہ ایک جگہ جمع کر دیا اور خشکی کو بھی حکم فرمایا اس نے بھی وہ حصہ ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ (پھر اللہ نے اس کو اپنے سلمنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا کہ تو نے اپنے ساتھ یہ معاملہ کیوں کروایا تھا، اس نے کہا اے رب تیرے خوف کی وجہ سے جس کو تو ہی بہتر جانتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بظاہر اسے اپنا کوئی نیک عمل نظر نہیں آ رہا تھا بلکہ وہ اپنے اعمال سے ناامید تھا لیکن اس کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کا خوف موجزن تھا جس کا اندازہ اہل دنیا کو اور اس کی اولاد کو بھی نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو مکمل طور پر معلوم تھا کہ اس میرے بندے کے دل میں میرا کتنا خوف ہے اس لیے اپنے علم کے مطابق اور اپنے خاص فضل و کرم سے اسے معاف کر دیا۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی نیک عمل نہ تھا۔

اسی طرح ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام امتوں کے سلمنے قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو جہنم کی آگ سے بچائے گا اس شخص کے سلمنے اس کے اعمال کے تناوے دفتر جو انسان کی حد نگاہ کے برابر بڑے ہوں گے کھولے جائیں گے۔ (یعنی جن میں اس کی برائیاں ہوں گی اس کی کوئی نیکی موجود نہ ہوگی۔) اسے کہا جائے گا کہ تجھے جو کچھ ان دفاتر میں ہے اس سے انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والوں نے تجھ سے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ اے میرے رب نہیں، دوبارہ پوچھا جائے گا کہ ان اعمال (برائیوں) کے لیے تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا اللہ نہیں؟ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے بے شک آج تیرے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا ترازو کے ایک طرف رکھا جائے گا اور ننانوے دفتر دوسرے حصے میں پھر ننانوے دفتر ہلکے پڑ جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا وزنی ہو جائے گا پھر اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر بخیر ایمان و یقین رکھتا تھا اور شہادتیں پر اسے مکمل استقامت تھی اور اس کا اظہار اس نے ایسے اخلاص اور سچائی کے جذبے کے ساتھ کیا کہ صرف یہ ایک ایمانی قوت اس کے تناوے دفتر پر وزنی ہو گئی اور ان کو لاشی مضی بنا دیا اور اس کی یہ ایمانی قوت ترازو میں وزنی ہو گئی۔

بہر حال قیامت کے دن کا معاملہ اس طرح ہے :

يَوْمَ نَبْلُغُ النَّفْسَ نَفْسَهَا شَيْئًا ۖ وَالْآخِرَةُ نَفْسُهَا شَيْئًا (الانفطار: ۱۹)

”اس (قیامت کے دن) کوئی شخص کسی کے لیے کسی چیز کا مالک نہ ہو گا بلکہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گا۔“

اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب کیے ہوئے معیار عدل و انصاف اور فضل و کرم کے مطابق فیصلہ فرمائے گا ممکن ہے کہ کسی بندے کے کئی سنگین جرم ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی ایسی نیکی بھی ہو جو اس کے تمام جرائم کو ختم کر کے اسے مغفرت سے نوازے یا اس کی کوئی نیکی نہ ہو لیکن اس کی ایمانی قوت اور اخلاص کا جذبہ اتنا قوی ہو کہ اس کی تمام برائیوں کو محض لاشی بنا دے۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت اور علم کے مطابق ہی ہو گا اس کے برعکس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے سنگین گناہ مثلاً ترک نماز یا عدم ادائیگی زکوٰۃ وغیرہ ہمارے پراثر اور غالب ہوں کہ کسی طرح بھی اس کی کچھ عذاب و عتاب سے نجات نہ ہو پائے تو اسے جہنم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک مقرر وقت تک عذاب بگھٹنا پڑے گا۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی مغفرت کر کے جنت میں داخل فرما دے گا۔ بشرطیکہ وہ ان فرائض یا حرام و غیرہ کا منکر نہ ہو لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل عظیم اور لطفت عظیم کے باوجود کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے وہ لطفت و کرم ضرور باطن و قیامت کے دن حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ان بندوں کی لسٹ میں شامل ہی نہ ہو جن کے متعلق ازل سے ہی فیصلہ نجات ہو چکا ہو بلکہ اس کا شمار ان مجرموں کی لسٹ میں ہو جن کی نجات بالکل ہی نہ ہوگی یا کچھ عذاب و عتاب جزا و سزا کے بگھٹنے کے بعد نجات حاصل ہوگی۔ ابتداء وہ اس مہربانی سے محروم رہ جائے۔

لہذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خوف سے ہرچے مومن کو ایک لمحہ کے لیے بھی امن نہیں ہوتا کہ مومن ہو کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جائے بلکہ قرآن کریم اپنے مومنوں کی تعریف کرتا ہے جن کو ہر وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا خوف لاحق ہوتا ہے جس طرح ارشاد فرمایا :

”وہ مومن جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیوں کہ ان کے رب کا عذاب مامون (نہ ڈر کیا ہوا) نہیں ہے۔“

بہر حال مسئلہ زیر بحث کے متعلق میں نے اپنے قصور علم اور بے بضاعتی کے باوجود مکمل وضاحت کی ہے۔ اگر صواب ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور اسی کی رہنمائی کا اثر ہے اگر میں نے اس میں کوئی غلطی یا خطا کی ہے تو وہ میرے نفس کی خامی اور میرے ناقص علم کا قصور ہے۔

حدا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[فتاویٰ راشدیہ](#)

صفحہ نمبر 411

محدث فتویٰ

